بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری

اور جماعت تبلیغ

از

مولانا مفتی محمد شاہد صاحب

ناشر

کریمی پبلیکیشنز ۴۲۶ شاہ گنج الہ آباد

July 1980 ۲۶ Price 1-00

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری

اور جماعت تبلیغ

از

مولانا مفتی محمد شاہد صاحب

حسب الارشاد

برکۃ العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی المہاجر المدنی مد ظلہ العالی

ناشر

کریمی پبلیکیشنز ۴۲۶ شاہ گنج الہ آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد۔ دعوت وتبلیغ کے نام سے معروف عمل جس کی کرنیں آج چار دانگ عالم میں پھیل چکی ہیں خواص وعوام پر پوشیدہ نہیں۔ عیاں راچہ بیاں کے مصداق نہ کسی تعارف وبیان کا محتاج اور نہ اس کے مثمر وسودمند ہونے میں کسی کو تردد۔ انگلینڈ سے جاپان تک، امریکہ سے افریقہ تک، جزیرۂ فیجی سے یوگوسلاویہ تک ہر زبان، ہر رنگ، ہر نسل اور ہر خطہ کے لوگ سروں پر بستر اٹھائے، زبانوں پر ذکر وتسبیح، دلوں میں حرارتِ عشق اور امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ کا غم لئے ایثار وقربانی کے جذبات سے معمور قرنِ اول کے اس ہیرے کو سینوں سے لگاکر راہِ خدا میں دربدر ٹھوکریں کھاتے ملیں گے۔

اس دعوت نے اگر ایک جانب میواتیوں جیسی ہندوانہ رسوم واخلاق کی وادیوں میں بھٹکنے والی قوم کو عارفین کی صف میں لاکھڑا کیا تو دوسری طرف اہلِ

مغرب کو ورطۂ حیرت میں ڈالتے ہوئے اُن کے ایوانوں کو متزلزل کر کے رکھدیا۔ اسلام کے خلاف اُن کی اسکیمیں فیل ہونے لگیں، متعدد گرجا گھر مسجدوں میں تبدیل ہو گئے۔ داعیانِ تثلیث نے صلیبیں اُتار پھینکیں اور دعوتِ اسلام کو لے کر پھرنے لگے۔ اپنا مخصوص لباس جو آج مسلمانوں کیلئے باعثِ فخر ہے اُتار کر سروں پر عمامے جسموں پر لمبے کرتے زیبِ تن کئے چہروں پر سُنّتِ نبویؐ کے آثار نظر آنے لگے اور اس کی برکت سے اسلام کی حقیقی زندگی میں انہیں اطمینان و سکون اور اپنی ہر دو عالم کی فلاح و کامرانی نظر آنے لگی۔ اس امر نے اہلِ عرب کی غیرت کو بھی للکارا اور وہ " هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا " پکارتے ہوئے اپنی ہر قسم کی آسائشوں کو چھوڑ کر اللہ کے راستہ میں نکل کھڑے ہوئے۔

ان ثمرات و برکات میں اگر ایک جانب عامۃ النّاس کی قربانیاں ہیں تو دوسری طرف خواصِ اُمت علماء و صلحاء اہلِ قلوب بصیرت کی توجہ و دعاء اور اُن کی تائید و حمایت کو بڑا دخل ہے۔ چنانچہ بانیٔ دعوت و تبلیغ مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداءً یہ کام اہلِ بصیرت علماءِ کرام کے سامنے پیش کیا، اُن کی توجہات و تائیدات کے حصول کی پوری کوشش فرمائی تاکہ " مارآہ المؤمنون حسنًا فھو عند اللہ حسنٌ " کے مصداق یہ کام بارگاہِ رب العزت میں شرفِ قبولیت حاصل کر کے اُمت کے لئے رُشد و ہدایت کا باعث بنے۔ چنانچہ مولانا علی میاں مدظلہٗ تحریر فرماتے ہیں:۔

" اس سلسلہ میں آپ نے میواتیوں کی جماعتیں دیوبند، سہارنپور، رائے پور تھانہ بھون کے اطراف و اکناف میں بھیجنا شروع کیں اور اُنہیں ہدایت فرمائی کہ بزرگوں کی مجلسوں میں تبلیغ کا ذکر نہ کریں۔ ۵۰۔۶۰ آدمی ماحول کے دیہاتوں میں

گشت کریں، آٹھویں روز قصبہ میں جمع ہو جایا کریں، پھر وہاں سے دیہات کے لئے تقسیم ہو جائیں۔ حضراتِ اکابر کی طرف سے اگر پوچھا جائے تو بتا دیا جائے ورنہ خود ذکر نہ کیا جائے۔ چنانچہ تھانہ بھون کے اطراف میں جب اس طریق پر کام شروع ہوا تو اطراف کے لوگ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آکر جماعتوں کے احوال ذکر کرتے۔ حضرت کی محتاط اور دور رس طبیعت اس کی طرف سے غیر مطمئن تھی کہ کہیں اس طریقہ سے کوئی بڑا فتنہ نہ ہو اور انہیں یہ شبہ تھا کہ جب علماء و فضلاء کو تبلیغ میں کماحقہٗ کامیابی نہیں ہوتی بلکہ روز بروز فتنے بڑھتے چلے جاتے ہیں تو یہ جاہل میواتی بغیر علم و تربیت کے اتنا نازک کام کیسے کرینگے۔ لیکن ان میواتیوں کے عملی کام اور قربِ جوار کی متواتر خبروں اور تصدیقوں سے اور پھر اُن کی آمد کی برکات کو خود ملاحظہ فرمانے سے حضرت کو اطمینان ہوا، چنانچہ ایک موقعہ پر جب مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرز کے متعلق کچھ گفتگو کرنی چاہی تو حضرت نے فرمایا کہ دلائل کی ضرورت نہیں، دلائل تو کسی چیز کے ثبوت و صداقت کے لئے پیش کئے جاتے ہیں، آپ نے تو ماشاء اللہ یاس کو آس سے بدل دیا ۔۔۔۔۔۔ ایک بے اطمینانی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو یہ تھی کہ یہ لوگ بغیر علم کے فریضۂ تبلیغ کیسے انجام دے سکیں گے۔ جب مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ جنہیں حضرت نے ان کے احوال کی تحقیق کے لئے متعین فرمایا تھا بتایا کہ یہ مبلغین سوائے ان چیزوں کے جن کا انہیں حکم ہے کسی اور چیز کا ذکر نہیں کرتے تو حضرت کو مزید اطمینان ہوا۔“ {ماخوذ از ”مولانا محمد الیاسؒ اور اُن کی دینی دعوت“}

ایک پرانے تبلیغی بزرگ الحاج بھائی عبدالوہاب صاحب راوی ہیں کہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ سے مولانا نے جب اس کی تصدیق چاہی اور تفصیل

عرض کی تو آپ نے فرمایا "کام تو بہت اُونچا ہے لیکن کرے گا کون ؟" یہ سُن کر مولانا واپس تشریف لائے اور ایک عرصہ تک جماعت کے نکلنے کا انتظار کرتے رہے۔ جب میواتیوں کی جماعت نظام الدین پہنچی تو انہیں سب سے پہلے حضرت مفتی صاحب رح کی خدمت میں دُعاء کے لئے بھیجا۔ حضرت مفتی صاحب انہیں دیکھکر نہایت خوش ہوئے اور فرمایا "اب کوئی کیا کہے گا"۔ جماعت نے واپس جاکر جب مفتی صاحب کے الفاظ نقل کئے تو مولانا فرطِ مسرت سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور بار بار یہ الفاظ دہرلتے :-
"اب کوئی کیا کہے گا، اب کوئی کیا کہے گا" —— اسی طرح حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی نے بھی نہ صرف اس کی تائید فرمائی بلکہ نظام الدین بھی تشریف لاتے جس سے مولانا کو بڑی تقویت ہوتی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نے "تبلیغی نصاب" یعنی فضائلِ ذکر، فضائلِ نماز، فضائلِ حج، فضائلِ صدقات و فضائلِ تبلیغ وغیرہ تصنیف فرمائیں جو کہ نکلنے کے زمانہ میں تعلیم کے طور پر پڑھی جاتیں۔ یہ امر بھی بڑی تقویت کا باعث بنا۔

دوسری جانب مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ عمومی طور پر علماءِ کرام سے صرف وعظ و تقریر کی حد تک نہیں بلکہ عملی طور پر سلفِ اوّل کے طرز پر اس کام میں شرکت کے طلبگار رہے۔ اور آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ جب تک اہلِ علم اس کام کی طرف متوجہ نہ ہوں گے اور اس کی سرپرستی نہ کریں گے اس نازک لطیف کام کی طرف سے اطمینان نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ ایک موقعہ پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی کو تحریر فرمایا :-

"عرصہ سے میرا خیال ہے کہ جب تک علمی طبقہ کے حضرات اشاعتِ دین کے لئے خود جاکر عوام کے دروازوں کو نہ کھٹکھٹائیں اور عوام کی طرح یہ بھی گاؤں گاؤں اور شہر شہر اس کام کیلئے گشت نہ کریں اس وقت تک یہ کام درجۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ عوام پر جو اثر اہلِ علم کے عمل و حرکت سے ہوگا وہ ان کی دُھواں دھار تقریروں سے نہیں ہو سکتا۔ اپنے اسلاف کی زندگی سے بھی یہی نمایاں ہے جو کہ آپ حضرات اہلِ علم پر بخوبی روشن ہے۔"

ایک اور گرامی نامہ میں تحریر فرمایا:۔

"جب تک عوام کے سامنے عملی نمونہ نہ ہو محض منبروں پر تقریر عمل پر پڑنے کیلئے کافی نہیں ہو سکتی، اگر تقریر کے بعد عمل پر پڑنے کی تجویز و تشکیل نہ ہو تو عوام کے اندر ڈھٹائی اور بے ادبی کے لفظ بولنے کی عادت پڑ جائے گی۔"

بعض حضرات کو شبہ تھا کہ اہلِ مدارس کا تبلیغ میں اشتغال اُن کی علمی ترقی میں حارج ہوگا لیکن مولانا رحمۃ اللہ جس طریق پر علماء اہلِ مدارس سے کام لینا چاہتے تھے وہ در اصل اُن کے علوم کی پختگی کا ذریعہ تھا، چنانچہ ایک گرامی نامہ میں لکھتے ہیں:۔

"علم کے فروغ اور ترقی کے بقدر اور علم ہی کے فروغ اور ترقی کے ماتحت دینِ پاک ترقی پا سکتا ہے۔ میری تحریک سے ذرا بھی علم کو ٹھیس پہنچے یہ میرے لئے خسرانِ عظیم ہے۔ میرا مطلب تبلیغ سے علم کی طرف تبلیغ کرنے والوں کو ذرا بھی روکنا یا نقصان پہنچانا نہیں ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ ترقیات کی ضرورت ہے اور موجودہ جہاں تک ترقی کر رہے ہیں یہ بہت

ناکافی ہے"۔

مولانا چاہتے تھے کہ طلباء، اپنے اساتذہ کی نگرانی میں اس راہ میں نکل کر مخلوق کو فائدہ پہنچاتے ہوئے اس کام کی مشق کریں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر تحریر فرمایا:۔

"کاش تعلیم ہی کے زمانہ میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی استادوں کی نگرانی میں مشق ہو جایا کرے تو علوم ہمارے نفع مند ہوں، ورنہ افسوس کہ بے کار ہو رہے ہیں، ظلمت اور جہل کا کام دے رہے ہیں۔ اِنّا لِلّٰہ وانّا الیہ راجعون"۔

نیز مولانا اس طریق کے ذریعہ عوام اور علماء کی بیگانگی اور ایکدوسرے سے دوری اور وحشت کو ختم کرنا چاہتے تھے کیونکہ وہ اس چیز کو اُمّت کی بہت بڑی بدقسمتی اور اسلام کے مستقبل کے لئے بہت بڑا خطرہ اور الحاد وبے دینی کا پیش خیمہ سمجھتے تھے۔ ایک طرف تو علماءِ کرام کو عوام سے اس دعوت کے ذریعہ قریب ہونے کی اور ان کا درد اپنے دل میں پیدا کرنے کی تاکید فرماتے اور دوسری طرف عوام کو علماء کی مرتبہ شناسی، قدردانی اور ان سے استفادہ کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے۔ ان کی ملاقات وزیارت کا ثواب بتاتے۔ ان کی جو باتیں سمجھ میں نہ آئیں اُن کی تاویل اور حُسنِ ظن رکھنے کی عادت ڈالتے۔ ان کی خدمت میں بھیجتے اور پھر ان سے پوچھتے تھے کہ کس طرح گئے، کیا باتیں ہوئیں۔ پھر ان کی تنقیدوں اور تاثرات کی اصلاح فرماتے تھے۔ بدقسمتی سے اس زمانہ میں شہروں میں سیاسی تحریکات ومقامی اختلافات کی وجہ سے عوام میں علماء کی طرف سے ایک عام بیزاری پیدا ہونے لگی تھی اور بغیر کسی استثناء وتخصیص کے عام حاملینِ دین اور علماء کے خلاف ایک جذبۂ عناد پیدا ہونے لگا تھا۔ مولانا کی ان کوششوں اور حکمتِ عملی سے کم سے کم اس حلقۂ اثر میں یہ بات پیدا ہو گئی کہ سیاسی اختلافات

کو عوام دین کے لئے گوارا کرنے لگے اور سیاسی مسلک کے اختلافات کے باوجود علماءِ حق کی تعظیم اور قدر و اعتراف کی گنجائش نکل آئی۔ بڑے بڑے تاجر جو علماء سے برسوں سے متوحش تھے علماء کی خدمت میں مؤدبانہ حاضر ہونے لگے، اور اپنے تبلیغی جلسوں اور تقریبوں میں ادب و احترام کے ساتھ لیجانے لگے۔ {ماخوذ از حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور انکی دینی دعوت}

ادھر علماء کرام کو ابتداء میں اس کام کی جانب کماحقہٗ التفات نہ ہوا، کیونکہ یہ عام تحریکات کا زمانہ تھا، ذہن و دل عام طور پر ان میں مشغول تھے۔ مولانا کی خاموش اور تعمیری تحریک کی طرف توجہ کرنا اس ہنگامہ خیز زمانہ میں مشکل تھا۔ پھر سوائے قریبی تعلق رکھنے والوں کے عام اہلِ علم خصوصًا دور اُفتادہ لوگوں کو کچھ خبر نہ تھی۔ لفظ "تبلیغ" جو کہ اس دعوت کا مشہور عنوان ہے اس کام کی گہرائی اور اصلیت سمجھنے سے بڑا حجاب بنتا تھا۔ بعض حضرات اسے کلمہ نماز کی محنت سے زیادہ نہ سمجھتے تھے۔ بعض حضرات کو دیگر مختلف قسم کے اشکالات پیش آتے۔ لیکن اس عدم التفات پر کسی کو الزام دینا مولانا کے اصول و مسلک کے خلاف تھا بلکہ غیر علماء اس کی شکایت کرتے تو فرماتے :-

"جب تم سے اس کام کے لئے اپنے مشاغل اور دلچسپیاں نہیں چھوڑی جاتیں جن کے متعلق خود تمہارا خیال ہے کہ وہ دنیاوی ہیں تو یہ حضرات اپنے مشاغل اور دلچسپیاں کیسے چھوڑ سکتے ہیں جن کے متعلق اُن کا یقین ہے اور حق ہے کہ وہ دینی ہیں۔ تم سے اگر دکان نہیں چھوڑی جاتی تو ان سے مسندِ درس چھوڑ دینے کی توقع کیوں کرتے ہو اور اس پر تمہیں ان سے کیوں شکایت ہے۔"

لیکن اس بے التفاتی پر اندر ہی اندر کُڑھتے رہتے اور جب اپنے گرد و پیش سوائے سیدھے سادے میواتیوں کے جو مولاناؒ کی تصوف کی اصطلاحات اور الفاظِ

شریعتہ سے بھی واقف نہ ہوتے دیکھتے تو زبانِ حال سے یوں گویا ہوتے ؎

من مثالِ لالۂ صحرا ہستم — در میانِ انجمن تنہا ہستم
شمع را تنہا تپیدن سہل نیست — آہ یک پروانۂ من اہل نیست
انتظارِ غمگسارے تا کجا — جستجوئے رازدارے تا کجا

ایک مقام پہ اپنی بے کلی کا حال یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں کونسی قوت سے سمجھاؤں اور کونسی زبان سے بیان کروں اور اس کے علاوہ کو کونسی قوت سے اپنے دماغ میں بساؤں اور متیقن اور بدیہی امرِ معلوم کو مجہول اور مجہول کو معلوم کیونکر بناؤں۔ میرے نزدیک صاف صاف ان فتنوں کے دریائے اٹک اور ان ظلمات کی جمنا کے سیل کو روکنے کی سدِ سکندری سوائے میری والی تحریک میں قوت کے ساتھ اپنی قوتِ جہد کو اور اندرونی جذبات کو اور ہمت کے ساتھ جملہ مساعی کو متوجہ کر دینے کے علاوہ کوئی صورت نہیں۔ غیب سے اس تحریک کی صورت کا نمایاں ہو جانا ہی صرف اس وبا کا علاج ہے۔ جیسا کہ عادتِ ازلیہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں کے بلیش کئے ہوئے علاج اور نعمت کا توجہ سے استقبال نہ کرنا کچھ بہتر نہیں ہوا کرتا۔" {ماخوذ از حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور انکی دینی دعوت ص ۱۲۶، ۱۵۳}

مولانا کی کڑھن اور دعائیں نتیجہ خیز ثابت ہوئیں اور رفتہ رفتہ علماء کرام کی آمد شروع ہو گئی۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی، مولانا محمد منظور صاحب نعمانی، مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی، مولانا ڈاکٹر عبدالعلی صاحب مرحوم، مولانا پیر ہاشم جان صاحب مجددی اور ان کے علاوہ بیشتر علماء کرام نے عملی طور پر اس کام میں حصہ لیا۔ اوّل الذکر دو حضرات

تو متعدد بار جماعتوں کے امیر بن کر اس راستہ میں نکلے۔

حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ بھی انہی مشائخ اہلِ بصیرت میں تھے جنہوں نے اس کام کی قلم و زبان وعظ و تقریر اور دل و جان سے کامل طور پر تائید فرمائی۔ اگرچہ دیگر علماء کی طرح حضرت مولانا رحمہ اللہ کو بھی ابتداءً اس کام کی طرف سے اطمینان نہ ہوتا تھا اور اشکالات پیش آتے رہتے تھے۔ چنانچہ پہلی بار جب مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لے گئے تو متعدد اشکالات کا تذکرہ فرمایا۔ اس کے باوجود مولانا کا اس عمل سے تعلق بڑھتا چلا گیا، جماعت کے اکابر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے۔ بیرون ممالک سے آنیوالی جماعتیں اپنے احوال و کارگذاری سناتی رہتیں۔ اہلِ عرب لازمی طور پر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دعاؤں کے طلبگار ہوتے۔ اُن کی زندگی میں انقلاب دیکھ کر مولانا بے حد متاثر ہوتے تبلیغ والوں کی دعوت پر اُن کے اجتماعات میں باوجود مشاغل و معذوریوں کے شرکت فرماتے۔ صرف ایک بار ٹنڈوالہ یار سندھ کے اجتماع میں شرکت سے اہلیہ محترمہ کی بیماری کی وجہ سے عذر فرمایا اور عاجز سے بخاری شریف کے درس میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

> "میں نے تبلیغ والوں سے کہا ہے کہ مجھے بھی اس شرکت سے معذور سمجھا جائے جس طرح کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر کے موقعہ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اُن کی اہلیہ محترمہؓ کی بیماری کی وجہ سے معذور قرار دیا تھا"

ان اجتماعات میں جب مولانا بیان فرما کر نکلنے کی ترغیب دیتے تو بے شمار لوگ نکلنے کے لئے تیار ہو جاتے، کیونکہ قدرت نے حضرت مولانا کے اخلاص کی وجہ سے

آپ کی زبان میں بے انتہا تاثیر ودیعت فرمائی تھی۔ غرض رفتہ رفتہ اس تعلق میں اضافہ ہوتا گیا، اشکالات دُور ہونے لگے اور عاجز نے تین مرتبہ مولانا رحمۃ اللہ کی زبان سے یہ الفاظ سُنے کہ "تبلیغ جہاد ہے"۔ بلکہ ایک مرتبہ تو مکی مسجد میں خطاب کے دوران اس امر کو حسبِ عادت قوی دلائل کے ذریعہ ثابت کیا۔

اس کے علاوہ مولانا مرحوم کے تبلیغ سے تعلق کے کچھ دیگر اسباب بھی تھے۔

(الف)۔ ایک سبب تو مولانا اور اس کام کے کرنے والوں میں بعض امور کا اشتراک تھا:۔

۱۔ سب سے بڑی قدرِ مشترک اُمت کا وہ غم اور کُڑھن تھی جو کہ ایک عالمِ حق داعی الی اللہ کی شایان شان ہے۔ یہ غم کسی لمحہ مولانا کو چین نہیں لینے دیتا تھا۔ اگر کسی جگہ مسلمانوں کی تباہی کا واقعہ سُنتے تو اس پر بے انتہا غم وافسوس کا اظہار فرماتے، اور یہ درد وتاثر پاس بیٹھنے والوں کو متاثر کئے بغیر نہ رہتا۔ جس کا اندازہ مولانا کی مجلسوں میں شریک ہونے والے حضرات بخوبی لگا سکتے ہیں۔

۲۔ تبلیغ والوں کی طرح مولانا بھی ریاء وشہرت نام ونمود کے طلبگار نہ ہوتے تھے، جیسا کہ مدرسہ کی تاریخ سے ظاہر ہے کہ ہر امر میں دوسرے کو مقدم فرماتے، لیکن قانونِ قدرت "من تواضع للہ رفعہ اللہ" کے مطابق حضرت مولاناؒ ہی کی ذاتِ گرامی نمایاں رہی۔

۳۔ مالی اعانت کے لئے کسی سے سوال کرنا پسند نہ فرماتے تھے۔

۴۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح حضرت مولانا رحمۃ اللہ بھی مدرسہ کی جانب علماء، عارفین کی توجہات کے طلبگار رہتے اور مولائے کریم پر اعتماد کے بعد اسی امر کو مدرسہ کی حقیقی ترقی کا باعث سمجھتے۔ اس سلسلہ میں حضرتِ اقدس

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی سے حضرت مولانا رحمہ اللہ کا تعلق قابلِ ذکر ہے۔ مدرسہ میں آپ کو اہتمام سے دعوت دیتے۔ ایک موقعہ پر مسجد حرام مکہ مکرمہ میں مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی سے فرمایا "یہ مدرسہ تو شیخ کا ہے، ہم تو ملازم کی حیثیت سے کام کرتے ہیں"۔

مولانا کا ارشاد اگرچہ تواضعًا تھا لیکن اس سے کمال تعلق ظاہر ہے۔ اپنے صاحبزادہ مولوی محمد بنوری سلمہٗ اور اہلیہ محترمہ کو حضرت سے بیعت کرایا۔ مولوی محمد صاحب کو تو بارہا حضرتِ اقدس کی خدمت میں بھیجتے رہے۔ اپنے خانگی اُمور تک سے شیخ کو باخبر رکھتے جو کہ حضرت مولانا کے مکاتیب سے ظاہر ہے۔ حضرت شیخ کو بھی مولانا سے خصوصی محبت ہو گئی تھی۔ جب کبھی مولانا تشریف لاتے اپنے تمام مشاغل کو چھوڑ کر یاد فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت نے مولانا کو کہلا بھیجا کہ آپ مکی مسجد تشریف نہ لائیں میں از خود مدرسہ حاضر ہونے والا ہوں۔ لیکن مولانا رات کو بعد مغرب پہنچ گئے اور فرمایا! حضرت میں آپ سے لڑنے آیا ہوں"۔ حضرت شیخ نے اپنے جسم کو پوری حرکت دیتے ہوئے فرمایا "لڑو" اس پر مولانا بے اختیار ہنس دیئے۔ اب شیخ نے محبت کی گرمی دکھائی اور فرمایا! "آپ یہاں کیوں آئے جب میں نے یہاں آنے سے منع کر دیا تھا تو پھر کیوں آئے"؟ دیکھنے والوں کو محبت و کمالِ عشق کا یہ منظر بے انتہا محظوظ کر رہا تھا۔

ایک مرتبہ حجاز مقدس میں مدرسہ صولتیہ حضرتِ اقدس کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ شیخ نے فرمایا "مولانا آپ نے بتایا بھی نہیں کہ آپ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجازین میں سے ہیں"! اس پر مولانا نے تفصیل ذکر فرمائی اور اتنا روئے کہ دیکھا نہ جاتا تھا۔ حضرت شیخ سے یہ تعلق بھی حضرت مولانا کی تبلیغ سے وابستگی کا ذریعہ بنا۔

(ب) حضرت مولانا کے تبلیغ سے تعلق کا دوسرا سبب بعض تبلیغی اکابر کا

مولانا سے خصوصی تعلق تھا جن میں امیر تبلیغ مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ دہلوی اور مولانا سعید احمد خاں صاحب امیر تبلیغ حجازِ مقدس خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ مولانا محمد یوسف صاحب جب کبھی کراچی تشریف لاتے مدرسہ میں اہتمام سے بُلاتے، بیان کراتے اور دیر تک علیحدگی میں ان سے دل کی باتیں کرتے، اور فرماتے کہ مَیں اس شخص کے بارے میں حیران ہوں کہ باوجود تبلیغی اسفار اور تدریسی مشاغل کے 'امانی الاحبار' اور 'حیاۃ الصحابہؓ' جیسی کتب کیسے تصنیف فرمالیں۔ یہی حال مولانا سعید احمد خاں صاحب سے بھی تعلق کا تھا۔ مدرسہ میں ان کا خطاب بھی اہتمام سے کراتے اور ان کی دعوت پر بذاتِ خود طلبار کو نکلنے کی ترغیب دیتے۔ جب کبھی حجازِ مقدس کا سفر ہوتا اُن کی دعوت پر جماعت کے مرکز مسجدِ نور (مدینہ منورہ) ضرور تشریف لے جاتے، خطاب فرماتے اور بہت سے لوگ نکلنے کے لئے تیار ہو جاتے۔ بعض مرتبہ وہاں جاکر خود مولانا پر رقّت طاری ہو جاتی، جیسا کہ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب ناظم تعلیم مدرسہ عربیہ اسلامیہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ مولانا مسجدِ نور تشریف لے گئے صحنِ مسجد میں اردو زبان میں اور چھت پر مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری اپنی سادہ عربی زبان میں بیان فرما رہے تھے۔ مولانا وہاں بیٹھ گئے اور زار و قطار رونے لگے۔

آخری سفرِ حجاز میں مولانا پر تبتّل کا عالم طاری رہتا تھا، کسی سے ملنا پسند نہ فرماتے تھے۔ عصر سے عشاء تک روضۂ اقدس پر مراقب رہتے۔ ایک مرتبہ تراویح کے بعد تشریف فرما تھے کہ مولانا سعید احمد خاں صاحب تشریف لے آئے۔ فوراً حضرت مولانا پر انبساط کی کیفیت طاری ہو گئی، دیر تک ملے اپنے دل کی باتیں کیں، اپنی بیماری کا تفصیلی حال ذکر فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ ڈاکٹر حضرات اس مرض کو خطرناک بتا رہے ہیں۔ ایک مرتبہ غالباً یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تبلیغ کی حقانیت کا اندازہ مولانا سعید احمد

خاں صاحب کو دیکھکر ہوتا ہے۔

ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا تبلیغ میں جن حضرات سے میں بہت زیادہ متاثر ہوا ہوں اُن میں ایک مولانا عُبید اللہ صاحب بلیاوی ہیں۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔ "کسی شخص کی مقبولیتِ عند اللہ کا اندازہ اس کے کام کے آثار سے کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت ان کے کام سے ظاہر ہے۔ او کما قال، ایک موقعہ پر حدیث " لا تزال طائفة من امتی منصورین الخ" کا مصداق مدلل طور پر اس جماعت کو قرار دیا۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغ سے انتہائی تعلق کا اندازہ مولاناؒ کی مندرجہ ذیل تحریر سے لگایا جا سکتا ہے۔ ایک مرتبہ "بصائرِ وعبر" کے عنوان کے تحت تحریر فرمایا:۔

"عرصۂ دراز سے اُمتِ محمدیہ سے ایک اہم تقصیر ہو رہی ہے، اور خیر القرون کے بعد سے ہی اس تقصیر کی بنیاد پڑ گئی ہے اور دعوت الی اللہ میں قابلِ حسرت کوتاہی ہو رہی ہے۔ دعوت و ہدایت دینِ اسلام کا اساسی اصول ہے۔ جب دعوت ناکام ہو اور اُسکی اشاعت کے راستہ میں روڑے اٹکائے جائیں تو جہاد و قتال کی نوبت آتی ہے۔ قرونِ اولیٰ کے سلف صالحین گفتار سے زیادہ اپنے کردار سے یہ دعوت پیش کرتے رہے۔ قوتِ بیانی سے پہلے اخلاقی و ایمانی قوت سے دعوت دیتے رہے۔ ہر صحابیؓ سر سے پیر تک اسلامی اخوت و اسلامی مواسات اور اسلامی اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھا۔

دنیا میں اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کے دینی حسن و جمال اور حسنِ اخلاق کے کمال سے پھیلا، تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔ صاحبِ انصاف اور صاحبِ عقل و بصیرت مؤرخ اس سے بے خبر نہیں۔ اگر مسلمان اس اہم فریضہ میں کوتاہی نہ کرتے تو شاید تمام عالم مسلمان ہوتا۔ تکوینی مصالح تو حق تعالیٰ ہی جانتا ہے تاہم دُنیا کے مزاج میں کفر و اسلام کے امتزاج سے انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن جہاں تک عقل اور اسلامی اصولوں کا تقاضہ ہے وہ یہی ہے جو کچھ عرض کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ اپنے اثرات کے اعتبار سے دیرپا اسلام وہی رہا جو دعوت و ارشاد کے راستوں سے پھیلا ہے۔ اسلامی فتوحات کے ادوار میں یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ حضراتِ صحابہؓ کے عہدِ میمون میں جو ممالک اسلام کے زیرِ نگیں آئے وہ آج تک اسلام پر قائم ہیں اور بعد میں سلاطین اسلام کی تلوار سے جو مسلمان ہوئے وہ یکے بعد دیگرے اسلام سے نکلتے جا رہے ہیں۔ نیز یہ فرق بھی واضح ہے کہ قرونِ اولیٰ کے مفتوحہ ممالک میں عقائد کی پختگی آج بھی باقی ہے۔ اگرچہ اعمال و اخلاق میں یورپ کی نقالی کا رنگ غالب ہے اس کے برخلاف جو ممالک سلاطینِ اسلام اور ملوکِ اسلام کے زورِ تلوار سے فتح ہوئے ہیں اُن میں عقائد کی خامی واضح ہے۔ اگر کہیں اعمال ظاہری میں بظاہر پختگی بھی نظر آئے تو کریدنے کے بعد معلوم ہوگا کہ قلبی عقیدہ اتنا کھوکھلا ہو چکا ہے کہ ایک دھکے سے ختم ہو جاتا ہے۔ دراصل ابتدائی دَور کی فتوحات میں اخلاص نمایاں تھا۔ اُنھوں نے اگر جہاد

بھی کیا تو وہ بھی صرف اس غرض سے تھا "لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا" (تاکہ صرف اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہو) اس لئے ان فتوحات کی برکات سے مسلمانوں کے عقائد میں پختگی پائی جاتی ہے۔ اور جو ملک بعد میں فتح ہوئے اُن میں اخلاص کا وہ درجہ نہ تھا بلکہ ملوکیت اور شان و شوکت کی آمیزش تھی۔ اس لئے وہ دینی تصلب حاصل نہ ہو سکا۔ کہنا یہ تھا کہ دعوت وارشاد میں اُمت مقصر رہی ہے۔ اور آج جو نقشہ اسلام اور مسلمانوں کا ہے وہ اسی تقصیر کا نتیجہ ہے۔

حق تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی کی رُوح پر جنہوں نے مسلمانوں کو بھولا سبق یاد دلایا، اور اس سبق کے یاد دلانے میں ہی فنا ہو گئے۔ اگر کوئی فنا فی اللہ، فنا فی الرسولؐ اور فنا فی الشیخ کے مظاہر کو سمجھنا چاہتا ہو تو حضرت مرحوم کو دیکھ لے کہ کس طرح فنا فی التبلیغ ہو گئے تھے۔ اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے بس یہی فکر دامن گیر تھی۔ تمام زندگی اور تمام افکار و انفاس بس اسی مقصد کے لئے وقف تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کی جاں فشانی و قربانی ایثار و اخلاص اور جدوجہد کو قبول فرمایا۔ اور چار دانگ عالم میں اس کے ثمرات و برکات پھیل گئے۔ شاید ہی رُوئے زمین کا کوئی خطہ ایسا باقی رہا ہو جہاں ان کی جماعت کے قدم نہ پہنچے ہوں۔ ماسکو، فن لینڈ وا سپین سے لے کر چین و جاپان تک ان قافلوں کی دعوت انبیاء کرام علیہم السلام کے طریقِ دعوت سے مشابہت رکھتی ہے اس کا انتظار نہیں کرتے کہ لوگ خود آئیں گے اور دین سیکھیں گے، بلکہ گلی کوچوں اور

بازاروں میں چل پھر کر اور گھر گھر لوگوں کے پاس پہنچ کر دعوت دی جاتی ہے اور زبان سے، حُسنِ اخلاق سے اور اپنے طرزِ عمل سے دعوت دیجاتی ہے، سر سے پیر تک اسلامی مجسمہ بن کر اسلام کا عملی نمونہ پیش کیا جاتا ہے اس لئے اس کا اثر یقینی ہوتا ہے۔

آج اُمت تقریر و تحریر کی محتاج نہیں، یہ بہت کچھ ہو چکا ہے۔ ضرورت عملی نمونہ پیش کرنے کی ہے۔ فصاحت و بلاغت کا دریا اُمت بہا چکی ہے لیکن آج صرف سادہ عملی دعوت کی ضرورت ہے۔ الحمد للہ کہ آج تبلیغی جماعت اس پر عمل پیرا ہے۔ بہرحال طبیب خود مریض کے پاس جاتا ہے اس کا انتظار نہیں کرتا کہ مریض طبیب کے پاس پہنچے تو علاج ہو۔ اگر یہ طریقہ عام ہو جائے اور اُمت کی اکثریت یا کم از کم بڑی کثرت اس مقصد کو شروع کر دے تو توقع ہو سکتی ہے کہ اُمت کو نجات مل جائے اور بیڑا پار ہو جائے۔"

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:۔

"لندن سے برادر محترم مولانا مفتی عبدالباقی صاحب کا ایک مکتوبِ گرامی آیا تھا جس میں بین الاقوامی اجتماعِ لندن کا ایک منظر پیش کیا گیا ہے۔ اوپر جو کچھ عرض کیا گیا اس سے اُس کی تائید ہوتی ہے۔ نامناسب نہ ہوگا اگر اس کا اقتباس پیش کروں۔ وہ لکھتے ہیں:۔

بین الاقوامی تبلیغی اجتماع ختم ہو چکا۔ تثلیث کے اس مُلک میں توحید کی آواز عجیب منظر پیش کر رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا قرونِ اولیٰ کے بچے بچائے لوگ (جن کی زندگیوں میں اسلام کی جھلک

نظر آرہی تھی) جمع ہوئے ہیں۔ ان میں لمبی لمبی ڈاڑھیوں والے لمبے لمبے کُرتوں والے، پاجاموں والے، شلواروں والے، بڑی بڑی پگڑیوں والے تھے جنہیں دیکھ کر "گورے لوگ" محوِ حیرت بھی تھے اور محوِ تماشا بھی۔ جب ہندوستان کا وفد لندن کے ہوائی اڈہ "ہیتھرو" بلڈنگ نمبر ۳ پر تشریف لایا تو قانونی کارروائی سے فراغت کے بعد سب سے پہلے امیر التبلیغ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب باہر تشریف لے آئے۔ نہ زندہ باد یا مردہ باد کے نعرے نہ ہنگامہ نہ شور و شر کچھ بھی نہیں تھا۔ بلکہ انتہائی وقار اور خاموشی کے ساتھ لبوں پر تبسم چہروں پر طلاقت اطمینان اور سکون کی فضا میں معانقے ہوئے، مصافحے ہوئے اور پھر دعا شروع ہوئی، جس میں آہیں، سسکیاں اور پھر آخر میں دھاڑیں مار کر رونے کی آوازیں بلند ہوئیں تثلیث کے پرستار نیم عریاں لباس میں کیمرے تان کر کھڑے ہو کر تماشا دکھا رہے تھے۔ اُن کو فوٹو اُتارنے سے منع کیا گیا تاہم چھپکے چھپکے سے وہ کیمروں کو ہلاتے رہے، سراپا حیرت کے مجسّمے بنے ہوئے تھے، چونکہ لندن ایرپورٹ ہیتھرو پر ایک منٹ میں جہاز اترتا ہے اور قریبًا دوسرے میں اُڑتا ہے اس لئے مسافروں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ مسافر آتے جاتے تھوڑی دیر کے لئے ضرور رُکتے اس لئے کہ منظر ہی ایسا تھا کہ ہر ایک کو دعوتِ نظارہ دے رہا تھا۔

یہ مجمع مرکزِ تبلیغ لندن گیا اور پھر دوسرے دن اجتماع گاہ شیفیلڈ میں پہنچا۔ تین دن شیفیلڈ میں بڑی رونق رہی۔ خاص

طور پر جب کہ خیموں میں اور خیموں سے باہر میدان میں نمازوں کے لئے صفیں درست ہو جاتی تھیں تو اس منظر کو دیکھنے کے لئے محلِ اجتماع سے باہر فٹ پاتھوں پر انگریز مرد اور انگریز عورتیں کافی تعداد میں کھڑے ہو کر تماشا کرنے لگتے۔ یہ رُوح پرور منظر ان پر بڑا اثر انداز ہو رہا تھا۔ اجتماع میں قریبًا اڑتیس ۳۸ ملکوں کے وفود شامل ہوئے جو آسٹریلیا کے علاوہ باقی چاروں براعظموں کے مختلف بولی بولنے والے مختلف نسل و رنگ کے لوگ تھے۔ کینڈا، امریکہ، افریقہ اور ایشیا یورپ اور عرب و عجم۔ اسلام کے عالمگیر دین ہونے کا نقشہ نظر آ رہا تھا۔ قریبًا بارہ ۱۲۰۰ سو آدمیوں نے چار مہینوں، چلّوں اور کم و بیش وقت لگانے، دور اور دیر کیلئے نکلنے کیلئے اپنے اپنے نام پیش کئے۔ بائیس ۲۲ جماعتیں بیرونی ممالک کیلئے تیار ہو گئیں اور پینتالیس ۴۵ اندرونِ مُلک کے لئے۔ الخ" {بینات، ماہ شوال ۱۳۹۲ھ}

ایک دوسرے موقعہ پر افریقہ سے واپسی پر "بصائر و عبر" کے عنوان کے تحت احوالِ سفر بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ڈنڈی میں جو ٹرانسوال اور نیٹال کے وسط میں ایک اہم شہر ہے تبلیغی جماعت کا اجتماع تھا اور پاکستان سے چھ ہفتوں کیلئے ایک جماعت مولانا مفتی زین العابدین صاحب کی امارت میں پہنچی ہوئی تھی۔ اس تبلیغی اجتماع میں بھی شرکت کی۔ اور اعلاء کلمۃ اللہ دعوت الی اللہ اور اصلاحِ نفس کے موضوع پر ایک جامع بیان کی توفیق نصیب ہوئی، جس میں بتلایا کہ تبلیغی جماعت والی ایمانی دعوت ان

تینوں خصوصیات کی حامل ہے۔ چونکہ کیپ ٹاؤن کی ایک بڑی جماعت اس اجتماع میں ۱۲ سو میل سے شرکت کے لئے آئی تھی اور وہ حضرات اردو نہیں سمجھ سکتے تھے اس لئے برادرم مولانا قاسم صاحب کو انگریزی میں ساتھ ساتھ ترجمہ کرنا پڑا۔ الحمد للہ کہ ساؤتھ افریقہ والے ۱۵۰ اشخاص اس تبلیغ میں وقت دینے کے لئے آمادہ ہوئے۔

دورانِ قیام میں علماءِ ٹرانسوال کے نام ایک دعوت نامہ جاری کیا گیا۔ تقریباً ایک سو علماءِ کرام ڈیڑھ سو میل سے تشریف لائے ان کے سامنے دینی دعوت کا پروگرام رکھا گیا۔ مقامی حالات کے تقاضہ کے مطابق امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اہم نکات کی وضاحت کی گئی اور اس کے لئے وقت دینے اور ماہانہ اجتماعات میں شرکت کا مطالبہ کیا گیا، اور توقع ہوگئی کہ دینی دعوت کا سلسلہ ٹرانسوال میں جاری ہو جائے گا۔ الغرض اس طرح کچھ دینی واصلاحی کام کی طرف توجہ کی گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اس کو نافع ومثمر بنائے۔"

{بینات، ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ ص ۱۲}

حضرات ناظرین نے مندرجہ بالا سطور سے حضرت مولانا رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً کی تبلیغ سے وابستگی کا اندازہ لگا لیا ہوگا۔ کاش اُمت کا ہر طبقہ اس دعوت کو اپنا لے اور عوام الناس کی طرح علماء وطلباء حضرات کما حقہٗ اس کی طرف متوجہ ہو کر اس دعوت علیٰ منہاج النبوۃ کو لے کر اس راستہ میں نکل کھڑے ہوں تاکہ اُمت کی اصلاح ہو اور اس کے نتیجہ میں غیر مسلم، اسلام کے حقیقی ثمرات اور حقیقی زندگی سے متاثر ہو کر اسلام میں داخل ہونے کے سوا کوئی راستہ اپنی نجات کا نہ پائیں۔ وما

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ؛

آخر میں مدرسہ کے اہلِ حل و عقد حضرات سے بھی اُمید ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ کی طرح وہ بھی اس کام کی جانب کما حقہٗ متوجہ رہیں گے ، اور طلبار کو اس میں نکلنے کی ترغیب دیتے رہیں گے[1] جیسا کہ دیگر امور کے بارے میں اُنہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ مدرسہ کو ہر اعتبار سے حضرت مولاناؒ ہی کے چلائے ہوئے خطوط پر باقی رکھا جائے گا اور یہ امر یقیناً حضرت مولاناؒ کی رُوح کی تسکین کا باعث ہوگا ۔

ما مات من كانت بقاياه مثلهم
شباب تسامى للعلا وكهول

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ صفوة البرية خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

محمد شاهد

مدرسہ عربیہ اسلامیہ ، نیوٹاؤن ، کراچی

۱۴ ؍ صفر ۱۳۹۸ھ

---

[1] حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا ذہن یہ تھا کہ طلبار تبلیغ میں پوری طرح حصہ لیں جبکہ سیاست میں طلبار کی شرکت کو ناپسند فرماتے تھے ۔

ہندوستان میں پہلی بار شائع ہونے والی کتاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

دنیا کی حقیقت

تالیف

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

دلوں کو نرم کرنے والی ۱۸۵ احادیثِ پاک کا مجموعہ

مع ترجمہ و تشریح

آخرت کی فکر پیدا کرنے کے لئے

اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری اور مفید ہے

عمدہ کتابت، خوشنما روشن طباعت

ناشر

کریمی پبلیکیشنز، شاہ گنج الہ آباد۔۳

ہندوستان میں پہلی بار شائع ہونے والی کتاب

دستور تزکیہ نفس

یعنی

اصلاح نفس کا طریقہ

تالیف

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

حُسن پرستی، عشق مجازی، بدنگاہی اور تکبر وغیرہ کی
اصلاح اور زندگی کے لئے سکون قلب بخشنے والی
یہ اکسیر کتاب ہے، تمام اُمت کے لئے یکساں مفید ہے

ناشر

کریمی پبلیکیشنز ۴۲۶ شاہ گنج الہ آباد

عورتوں کی نماز

Rs. 1-75

مردوں و عورتوں کے لئے

مخصوص مسائل

Rs. 1-75

کریمی پبلیکیشنز ۴۲۶ شاہ گنج الہ آباد